قسط (۲)

جماعت خانہ مسجد درگاہ حضرت نظام الدین، دہلی

تحقیق کی روشنی میں

صہبا وحید

عمارت کی اِس تعمیرات سے بعض نکات واضح ہوتے ہیں، مثلاً پہلی بات یہ کہ گھیہ کا گنبد پکھوائی ڈاٹوں پر اٹھایا گیا ہے جبکہ بغلی درجوں کے گنبد آدیزیوں پر تعمیر کئے گئے ہیں[۲۲]۔ ایک ہی عمارت میں مرحلۂ عبور کے دو مختلف طریقوں کی کارفرمائی سے بعض ماہرین نے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وسطی درجہ علاء الدین خلجی کے زمانہ میں تعمیر ہوا ہے اور بغلی درجے، تغلق عہد میں تعمیر کئے گئے ہیں[۲۲]۔ اِس قیاس کی تائید کے لئے وسطی درجے کی طاق درطاق پکھوائی ڈاٹیں، محرابوں کے شکم میں بھرے، پیش طاق کے دونوں طرف الینیس اور وسطی درجے کے تناسبات جو علائی دروازے کے تناسبات کے تقریباً مساوی ہیں، اور سنگِ سرخ سے اس کی تعمیر کا سہارا لیا جاتا ہے۔ تاہم یہ مفروضہ خوشنما ہونے کے باوجود تاریخی حقائق سے مطابقت نہیں رکھتا۔ سیر الاولیا اور خیر المجالس کی روایتوں سے تاریخی حقیقت سامنے آچکی ہے۔ رہا طرزِ تعمیر کا

۲۲ دیکھیے ضیاء الدین دیسائی کی تصنیف Mosques of India ص ۳۳

تغلق تو ہم عرض کرنا چاہیں گے کہ مربع کو مثمن میں تبدیل کرنے کے لئے بچھوائی ڈاٹ سیدھی سادی بنا دی جائے یا طاق در طاق، مقصد ایک ہی ہے بچھوائی ڈاٹ صرف علائی دروازے ہی میں نہیں بلکہ مقبرۂ غیاث الدین تغلق (تغلق آباد) اور جامع فیروزی (کوٹلہ فیروز شاہ) کے صدر دروازے کی گنبد دار عمارت میں بھی بروئے کار لائی گئی ہے۔ اس ذیل میں قابل ذکر بات یہ بھی ہے کہ جماعت خانہ مسجد کے وسطی درجہ میں گنبد کی تعمیر کے لئے ڈھولنا بنا دیا گیا ہے۔ علائی دور کی عمارتوں میں ایسے ڈھولنے نظر نہیں آتے جس کی نمایاں مثال علائی دروازہ ہے جہاں گنبد کو بچھوائی ڈاٹوں پر تعمیر کر دیا گیا ہے جس سے یہ گنبد پست ہے جبکہ جماعت خانہ مسجد میں ڈھولنے کی وجہ سے گنبد زیادہ بلند نظر آتا ہے۔ یہ نکتہ بڑا اہم ہے اور اس کی روشنی میں یہ مفروضہ غلط ہو جاتا ہے کہ مسجد کا وسطی درجہ، خضر خاں نے بنوایا تھا۔

مسجد کے بغلی درجوں میں گنبد کی نشست کے لئے البتہ ایک نیا طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور وہ ہے آویزیوں کا طریقہ۔ برصغیر کے اسلامی فن تعمیر میں آویزیوں کا طریقہ اجنبی یقیناً نہیں تھا اور اس کا مظاہرہ قطب مینار کے بارجوں کو سہارا دینے والے طاقوں کے جھرمٹ میں بہت پہلے ہو چکا تھا لیکن اہم بات یہ ہے کہ قطب مینار کے آویزیے ہندو طریقۂ تعمیر کے مطابق، طاقتوں کے درمیان توڑے نکال کر بنائے گئے تھے اور پتھر پر کٹاؤ کام کے ذریعہ مقرنس کا تاثر پیش کرنے کی کوشش کی گئی تھی جو ہندی اسلامی فن تعمیر کے نارسیدہ مرحلے اور مقامی طور پر دستیاب صلاحیتوں کے پیش نظر یقیناً کامیاب تھی۔ آویزیوں کی علامتیں ہمیں مہرولی میں مدرسۂ علائی اور علاء الدین خلجی کے مبینہ مقبرے میں بھی نظر آتی ہیں لیکن انھیں مقامی طریقۂ تعمیر نیز کٹش چنائی سے تعمیر کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس، مسجد جماعت خانہ میں بغلی درجوں کے آویزیے خالص اسلامی طریقۂ تعمیر کے مطابق بنائے گئے ہیں یعنی محرابیں اس طرح بنائی گئی ہیں کہ ان کے تقاطع سے دیواروں پر ابھرے ہوئے مثلث بن گئے ہیں اور ان پر گنبد ولی کی نچلی کگار رکھی گئی ہے۔ سابقہ کوششوں کے مقابلے میں یہ طریقہ یقیناً پیش رفت کو ظاہر کرتا ہے

اور فنِ تعمیر کے نقطۂ نگاہ سے جماعت خانہ مسجد کا یہ پہلو بڑی اہمیت رکھتا ہے جس کی طرف بہت کم ماہرین نے توجہ دی ہے۔ یہ آویزیے سیدھے سادے ہیں اور اس لئے اِن کی اہمیت تجرباتی نوعیت کی ہے۔ بعد کی تعمیرات میں آویزیوں کو زیادہ منتظم شکل میں بنایا گیا اور اِن کی سطحوں پر محرابوں کے جھرمٹ بنائے جانے لگے اور ہندی اسلامی فنِ تعمیر میں مقرنس کی صحیح شکل سامنے آئی جس کی عمدہ مثالیں موٹھ کی مسجد اور قلعۂ کہنہ کی مسجد میں نظر آتی ہیں۔

سوال یہ ہے کہ کیا ہم اِس ندرت کا اتصاف، تغلق دور بالخصوص فیروزی دور کو دے سکتے ہیں۔ اِس میں شک نہیں کہ تغلق سلاطین نے ہندی اسلامی فنِ تعمیر کے میدان میں بعض بڑی دُور رس تبدیلیاں کی ہیں اور اسلامی طرزِ تعمیر کے اصولوں کو عملی جامہ پہنایا ہے، بالخصوص مرحلۂ عبور کے معاملے میں اُن کی کوششوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا مثلاً محمد تغلق کے زمانے میں گنبد کی تعمیر کے لئے متقاطع محرابوں اور نیم قبوں کے اصول پر عمل کیا گیا تھا جس کے نمونے قلعۂ عادل آباد کے کھنڈروں اور بجے منڈل کے مشرقی رُخ پر واقع ایک مربع دالان میں نظر آتے ہیں تاہم جہاں تک آویزیوں کا تعلق ہے، اس کی مثال تغلق دور کی کسی بھی عمارت میں نظر نہیں آتی۔ عہدِ تغلق اور خاص طور پر فیروز تغلق کے زمانہ میں پھیلے ہوئے دہن کی بڑی بڑی کمانیں تو دیواروں پر بنائی گئیں لیکن اِن کمانوں کے مقام تقاطع پر آویزیوں کی بجائے پکھوائی ڈاٹیں تعمیر کی گئیں۔ اِس طرزِ خاص کے نمونے، کوٹلہ فیروز شاہ کے کھنڈروں اور پیر غائب کی درگاہ (عقب ہندو راؤ اسپتال دہلی) میں بخوبی دیکھے جا سکتے ہیں۔ تغلق دور کی مختلف عمارتوں کے تقابلی مطالعے سے ظاہر ہوتا ہے کہ جماعت خانہ مسجد کے بغلی درجے اور اُن کے آویزیے بعد کے کسی دور، اغلباً سلطان سکندر لودی کے زمانہ میں تعمیر کئے گئے اور صرف مسجد کا وسطی درجہ ہی فیروز تغلق کے عہد میں تعمیر کیا گیا۔

ہمارے اِس خیال کی مزید تائید دو باتوں سے ہوتی ہے۔ پہلی تو یہ کہ ایک ہی عمارت میں مرحلۂ عبور کے دو مختلف طریقوں کی کارفرمائی، لودی سلاطین کے عہد ہی میں نظر آتی ہے

جس کی نمایاں مثال موٹھ کی مسجد ہے۔ پھر اس اصول کو عملی جامہ پہنانے کے معاملے میں بھی خصوصی التزام سے کام لیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ گیہہ کا گنبد تو ہمیشہ پکھوائی ڈاٹ پر اٹھایا گیا۔ لیکن بغلی درجوں کے گنبد آویزیوں کے اصول پر ڈھلائے گئے ہیں۔ گنبدوں کے طریقۂ تعمیر میں یہ تنوع کس قدر مقبول ہوا، اس کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ شیر شاہ سوری کی مسجد (پرانا قلعہ) میں تین طریقوں پر عمل کیا گیا ہے، وسطی درجہ میں پکھوائی ڈاٹیں ہیں، بغلی درجوں میں خوبصورت مقرنس بنائے گئے ہیں اور شمالی اور جنوبی درجوں میں متقاطع محرابوں اور نیم قبوں کا اصول اختیار کیا گیا ہے۔ لہٰذا جماعت خانہ مسجد کے بارے میں یہ نتیجہ اخذ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ اس مسجد کے بغلی درجے لودی دور کی تعمیر ہیں۔

اس ضمن میں دوسری بات جس سے مذکورہ بالا مفروضہ کی تائید ہوتی ہے، بغلی درجوں کے گنبدوں کے قعر میں گلکاری کے مدور طشت سے متعلق ہے۔ یہ گلکاری شوخ و خنک قرمزی اور فیروزی رنگوں سے بنائی گئی ہے اور تھوڑے بہت فرق کے ساتھ گنبد باغِ عالم یا شہاب الدین تاج خاں کے مقبرے (ڈیئر پارک، حوض خاص دہلی) مقبرۂ فیروز تغلق کے مقبرے، موضع شاہ پور جٹ (دہلی) میں مخدوم سبزواری کی مسجد کے قریب چوکھنڈی کے گنبد، موٹھ کی مسجد اور خود سلطان سکندر لودی کے مقبرے کے گنبد (لودی گارڈن، دہلی) میں نظر آتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ گلکاری کے نمونے تغلق دور کی عمارتوں کی اندرونی چھتوں میں بھی نظر آتے ہیں جس کی تا حال قائم مثال درگاہ قدم شریف (محلہ نبی کریم دہلی) ہے لیکن یہاں یہ فرق پیش نظر رکھنا ضروری ہے کہ درگاہ قدم شریف میں رنگین گلکاریاں پوری چھت میں بنائی گئی ہیں جبکہ مذکورہ بالا عمارتوں میں گلکاریوں کے نمونے، مدور طشت یا گیروی رنگ کی بلاہم متقاطع پٹیوں کے گوشوں میں گول طشت اور باہری کنار پر پھولوں کے نقش و نگار اور اسمائے حسنیٰ کے طغروں کی شکل میں بنائے گئے ہیں۔ اس سلسلے میں ہماری مزید رہنمائی ابن بطوطہ کے بیان سے بھی ہوتی ہے۔ ابن بطوطہ نے سلطان محمد تغلق کے قصر ہزار ستون کے بارے میں لکھا ہے کہ

"دہلی میں سلطان کے دار الحکومت کا نام دار سرا ہے اور اس کے کئی دروازے ہیں...
...... تیسرے دروازے کے پاس "ہزار استون" کی وسیع و عریض عمارت ہے جس کا مطلب ہے ہزار کھمبوں والی عمارت اور یہ کھمبے روغن شدہ لکڑی (خشت مدہونہ) کے ہیں۔ ان کھمبوں کے اوپر لکڑی سے ہی بنی ہوئی چھت ہے جس پر نقش و نگار اور بیل بوٹے بنے ہوئے ہیں[۲]......" ابن بطوطہ کے اس بیان کے بعد اس بات میں کوئی شبہ نہیں رہ جاتا کہ چھت میں کثیر الالوان گلکاریوں کا آغاز تغلق دور میں ہوا اور اس میں تنوع لودی سلاطین کے زمانہ میں پیدا کیا گیا ضمناً یہ بات بھی قابلِ ذکر ہے کہ سید حکمرانوں کے مقابر میں بھی قرمزی رنگ کے پھلکے اور بدور طشترت نظر آتے ہیں، اس سے گمان ہو سکتا ہے کہ جماعت خانہ مسجد کے گنبدوں کے قعر میں گلکاری کے طشت انہی کے دور میں بنے ہوں، بے شک اس مخصوص گلکاری کا آغاز سید حکمرانوں کے دور میں ہوا اگر ہم نہیں سمجھتے کہ اپنے ۳۷ سالہ مختصر دورِ حکومت میں سید حکمرانوں کو اتنا اطمینان نصیب ہوا ہوگا کہ وہ تعمیر و تجدید کے بلند کوشش منصوبوں کو عملی جامہ پہنا سکے ہوں گے۔ اگرچہ کہ اس مختصر دورِ حکومت میں بھی خضر آباد اور مبارک آباد نامی شہروں کی آبادکاری اُن سے منسوب کی گئی ہے۔ اس کے برعکس لودی سلاطین بالخصوص، سلطان سکندر لودی کے عہدِ حکومت میں تعمیر کاری کے بارے میں کافی شہادتیں ملتی ہیں جن میں سے ایک شہادت وہ کتبہ ہے جو سکندر لودی نے مقبرۂ فیروز تغلق کی تجدید و بحالی کے بعد صدر دروازے پر نصب کروایا تھا اور جو اب تک موجود ہے لہٰذا قرین قیاس بات یہی ہے کہ جماعت خانہ مسجد میں گنبدوں کے قعر میں

۲۔ دیکھئے رحلہ ابن بطوطہ (عربی متن)۔ الجزالثانی (بہ تصحیح احمد العوامری بک و محمد احمد جاد المولیٰ بک، المطبع الأميرية بالقاہرہ، ۱۹۳۲ء) ص ۵۳-۵۵۔

گلکاری کے طشت، سکندر لودی کے عہد ہی میں بنائے گئے۔

مرحلہ عبور کے طریقے اور حسن کاری کے ان دو پہلوؤں کے علاوہ، ایک تیسرا پہلو وسطی درجہ کی تعمیرات سے بھی تعلق رکھتا ہے۔ جیسا کہ پہلے کہا جا چکا ہے، گیہہ کے گنبد کے محیط میں آٹھ طاق بنے ہوئے ہیں جن میں چار کھلے ہوئے اور باقی چار جالیدار ہیں۔ بظاہر یہ پہلو زیادہ اہم نہیں معلوم ہوتا لیکن اگر پورے تغلق دور پر نگاہ ڈالی جائے تو معلوم ہوگا کہ اس دور میں ایسی کوئی عمارت نہیں بنائی گئی جس کے گنبد میں طاق بھی ہوں، اور یہ ایسا نکتہ ہے جو تغلق دور کی تعمیرات کو ایک بالکل ہی مختلف رنگ میں پیش کرتا ہے۔ کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ وسطی درجے کا یہ گنبد بھی بعد کے کسی ایسے دور میں تعمیر کیا گیا جب گنبد میں روشندان بنانے کا رواج شروع ہو چکا تھا؟ یہ سچ ہے کہ فیروز تغلق نے قطب مینار کے اوپر ایک قندیل نما برجی بنوائی تھی[۲۴]۔ لیکن فیروزی دور کی دیگر عمارتوں میں اس عنصر کی عدم موجودگی ظاہر کرتی ہے کہ فیروز تغلق کے زمانے میں ایسے گنبد نہیں بنائے گئے جن میں بادان بھی تھے۔ لہذا، یہ نتیجہ اخذ کرنا بیجا نہ ہوگا کہ جماعت خانہ مسجد کی گیہہ کا گنبد بھی تغلق دور میں تعمیر نہیں کیا گیا۔ اس خیال کی تائید فیروز تغلق کی یادداشت، فتوحات فیروز شاہی سے بھی ہوتی ہے جس میں واضح طور پر کہا گیا ہے کہ فیروز تغلق نے جماعت خانۂ جدید بنوایا تھا نہ کہ جماعت خانہ مسجد۔ لہذا صحیح صورت حال جو سیر الاولیاء، اور خیر المجالس کی دستاویزی شہادتوں اور تعمیرات کے مختلف پہلوؤں کی روشنی میں سامنے آتی ہے، یہ ہے کہ:-

(۱) پہلا جماعت خانہ، جو علاء الدین کے لڑکے خضر خاں نے بنوایا تھا، مقبرۂ ہمایوں کے شمالی مشرقی گوشہ میں کہیں تھا؛

۲۴۔ اس کے بارے میں کتبہ قطب مینار کی پانچویں منزل پر نصب ہے۔ کتبہ کی عبارت کے لئے دیکھئے مولوی بشیر الدین احمد کی تصنیف واقعات دار الحکومت دہلی حصہ ۲ (آگرہ ۱۹۱۹) ص ۱۹۶۔

(۲) محمد تغلق نے حضرت محبوب الٰہی کا صرف مقبرہ تعمیر کرایا تھا، موجودہ جماعت خانہ نہیں۔

(۳) اس جگہ جہاں مقبرہ اور جماعت خانہ مسجد ہے، پہلے صحرا تھا،

(۴) فیروز تغلق نے مقبرے کے عقب میں جماعت خانۂ جدید بنوایا، نہ کہ جماعت خانہ مسجد۔

(۵) جماعت خانۂ جدید کو مسجد کی شکل سکندر لودی کے زمانہ میں دی گئی اور اس کا وسطی گنبد اور بغلی درجے تعمیر کئے گئے۔

لہٰذا، درگاہ کے خدام کا یہ اصرار کہ جماعت خانہ مسجد پہلے ہی سے وہاں تھی، بیجا ہے اور منبر پر "خلجی مسجد" کا کتبہ بھی غلط ہے ——— سر سید نے بھی اس طرف اشارہ کیا تھا[25] اگرچہ کہ انھوں نے اس کے ثبوت کے لئے تعمیریات کے مختلف عناصر پیش نہیں کئے جن کا احاطہ اس مضمون میں کیا گیا ہے۔

ان تمام دلائل کی بنیاد پر ہم یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ جماعت خانہ مسجد خلجی اور فیروزی دور کی تعمیر ہونے کی بجائے، فیروز تغلق اور سکندر لودی کے زمانہ کی تعمیر ہے۔ سر جون مارشل کی رائے ہے کہ جماعت خانہ مسجد اس قدر خوش اسلوب، اور متجانس عمارت ہے کہ اس خیال سے اتفاق کرنا مشکل ہے کہ اسے دو مختلف ادوار ——— خلجی اور تغلق ——— میں تعمیر کیا گیا ہوگا۔ اس ضمن میں ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ جماعت خانہ مسجد، خوش اسلوب عمارت تو ہے، متجانس ہرگز نہیں اور فنِ تعمیر کی نزاکت کا درک رکھنے والا ہر شخص جو عہدِ سلطنت کے طرزِ تعمیر کی تاریخ سے بھی واقف ہو، ان عناصر کی چھاپ بخوبی دیکھ سکتا ہے جو اس عمارت میں بکھرے پڑے ہیں اور جنہیں مربوط کرنے کی کوئی خاص کوشش بھی نہیں کی گئی۔ رہا مہروں اور الینوں کا معاملہ یا علائی دروازے کے پیمانے اور طاق در طاق والی ڈاٹوں کے ساتھ مماثلت والی بات جس کی بنیاد پر اس مسجد کو علائی دور کی تعمیر کہا جاتا

---

25 دیکھئے آثار الصنادید (دہلی ۱۹۶۵) ص ۱۹۷۔

ہے تو ہماری گزارش یہ ہے کہ محض مماثلت کی بنیاد پر کوئی مفروضہ قائم نہیں کیا جاسکتا اور بُہرُوں کی تعمیر تو ہندی۔اسلامی طرزِ تعمیر میں سندِ قبول حاصل کر چکی تھی اور النیس، التمش کے مقبرے میں بھی نظر آتی ہیں لہٰذا انھیں کسی مخصوص دور سے منسوب نہیں کیا جاسکتا اگرچہ کہ محراب میں بُہروں کا آغاز علائی دور ہی میں ہوا ہے۔

(ختم شد)

سیرتِ پاک پر ایک اہم کتاب

حضرت مولانا سعید احمد اکبرآبادیؒ کی آخری یادگار

حضرت عثمان ذوالنورینؓ

قیمت غیر مجلد -/42 قیمت مجلد عمدہ ریگزین -/52

ندوۃ المصنفین - جامع مسجد دہلی